SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 128-139
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: Mr. Inayat ur Rehman, & Dr. Muhammad Zahid Ullah. (2024). Shari'a review of Aadhati business in vegetable market: سبزی منڈی میں آڑھتی کے کاروبار کی کا شرعی جائزہ. *Shnakhat*, *3*(1), 152-162. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/248

Shari'a review of Aadhati business in vegetable market

سبزی منڈی میں آڑھتی کے کاروبار کی کا شرعی جائزہ

Mr. Inayat Ur Rehman Dr. Muhammad Zahid Ullah

PhD Islamic studies Scholar HITEC University Taxila.
Assistant Professor, Islamiat Karnal Sher Khan Cadet College Ismaila Swabi

Abstract

Islam strictly forbids taking other people's property illegally and declares the agreement of purchase and sale agreed upon by mutual consent as a legitimate means of acquiring wealth. Also, one of the main objectives of Shariat is to "protect wealth". Due to which various kinds of rulings have come, which include the limit of theft etc. It is forbidden for a Muslim to regard himself as exempt from Shariah regulations, act arbitrarily in subjects of politics and society, and obey the Book and Sunnah in matters of worship. Our religion's comprehensiveness and breadth may be seen in the way it covers every aspect of daily life, including commercial and religious affairs. They have given particular weight to the descriptions of economic issues and their solutions. The main business of Aharti in the vegetable market is that of "brokerage", i.e. providing a platform to the seller (dealer, landlord) and the buyer where they can sell and buy goods. The broker acts as an intermediary between the seller and the buyer and plays a role in settling the deal between the two, and in return receives his remuneration in the form of commission from both.

Keywords: Vegetable, Market, Property, Mutual, Consent, Arbitrarily, Descriptions, Remuneration, Commission.

تعارف:

سبزی منڈی میں آڑھتی کا بنیادی کاروبار "بروکری" کا ہے، یعنی فروخت کنندہ (بیوپاری، زمین دار) اور خریدار کو ایسا پلیٹ فارم مہیا کرنا جہاں پر وہ مال کو بیچ اور خرید سکیں۔ آڑھتی فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان کے واسطہ بنتا ہے اور دونوں کے درمیان سودا طے کرانے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے، اور اس کے بدلے دونوں سے کمیشن کی صورت میں اپنی اجرت وصول کرتا ہے۔

آڑھتی کے کاروبار میں دو باتیں قابل غور ہیں:

- کیا آڑھت کا کاروبار جائز ہے؟
- کیا دوطرفہ کمیشن جائز ہے؟

اس آرٹیکل میں آڑھتی کے کاروبار کا شرعی جائزہ لیا جائے گا۔

آڑھت

سنسکرت زبان میں اصل لفظ ارتھ ہے اور اس سے ماخوذ اردو مستعمل آڑھت ہے۔ سب سے پہلے 1845ء میں "حکایات سخن سنج" میں مستعمل ملتا ہے۔ آڑھت تین معنوں میں مستعمل ہے:

- دکان، مکان یا جگہ وغیرہ جہاں پر لوگوں کا مال بکنے کے لیے آئے اور بیچنے والے کو بیچنے کا حق المحنت دیا جائے، گنج، تھوک کی دکان، ایجنسی، کمیشن پر خرید وفروخت کا کاروبار
- معاملہ کرانے اور مال بکوانے کا معاوضہ، دلالی، کمیشن، دستوری
- خرید وفروخت کا رابطہ، لین دین[i]

2۔آڑھتی (آڑھتیا)

آڑھت کے کاروبار کرنے والے کو آڑھتی کہتے ہیں۔ معروف اردو لغت میں اس کا معنی یوں لکھا ہے:

"کمیشن پر لوگوں اور بیوپاریوں کا مال بیچنے والا، تھوک فروش"[ii]

یوں تو ہر تھوک فروش اور کمیشن پر بیوپاری کے مال کو فروخت کرنے والے کو آڑھتی کہتے ہیں، تاہم زیر نظر مضمون میں صرف سبزی منڈی میں آڑھتی کے معاملات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اسلامی معیشت کے اصولوں کی رو سے کمیشن (آڑھت کی اجرت) کو مستقل تجارتی حیثیت حاصل نہیں ہے، لیکن لوگوں کی ضرورت اور کثرتِ تعامل کی بنا پر کمیشن کے معاملہ کی محدود اجازت دی گئی ہے، لہذا آڑھت کا کاروبار جائز ہے۔ تاہم آڑھتی کو اس کاروبار اپنی اجرت کے جواز کے لیے شریعت کے احکام پر عمل کرنا لازمی ہوگا۔

(ذکر حديث قيس بن أبي غرزة الكناني قال: «كنا نبتاع الأوساق بالمدينة ونسمي أنفسنا السماسرة فخرج علينا رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فسمانا باسم هو أحسن من اسمنا قال: – صلى الله عليه وسلم – يا معشر التجار إن البيع يحضره اللغو والحلف فشوبوهبالصدقة» والسمسار اسم لمن يعمل للغير بالأجر بيعا وشراء ومقصوده من إيراد الحديث بيان جواز ذلك - [iii]

ترجمہ: "قیس بن ابی غزرہ کنانی کی حدیث میں مذکور ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ میں خرید و خروخت کا معاملہ کرتے تھے، اور اپنے آپ کو "سماسرہ" کہتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشرف لائے، اور ہمارے نام سے بھی بہتر نام ہمارا رکھا، فرمایا: اے تاجروں کی جماعت! خروخت وفروخت کے معاملات میں فضول گوئی اور قسم وغیرہ آجاتی ہے، اس کے ساتھ صدقے کے ساتھ ملالیا کرو۔ "سمسار" کسی دوسرے کے لیے اجرت پر خرید وفروخت کے کام کرنے کو کہتے ہیں، اس حدیث کو لانے کا مقصد اس معاملہ کے جواز کا بتلانا ہے"۔

علامہ کاسانی کی اس عبارت کا مقصد کمشن ایجنٹ کے اجرت کا جواز ہے، جہاں تک آڑھتی کا دو طرفہ یعنی فروخت کنندہ اور خریدار سے اپنی اجرت (کمیشن) لینے کا معاملہ ہے تو یہ اس صورت میں جائز ہوگا جب یہ فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان کے واسطہ بنے اور دونوں کے دمیان سودا طے کرائے۔ اس صورت میں زمین دار اور بیوپاری اپنا مال خود بیچیں اور خریدار خود خریدے، جبکہ آڑھتی دوونوں میں کسی ایک کی طرف کا وکیل نہ ہو۔

فتاوی شامی میں ہے:

" قال في التتارخانية: وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم. وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسدا لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز، فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام۔[iv]

"تاتارخانیہ میں کہتے ہیں کہ دلال اور سمسار میں اجرت مثل واجب ہوگا، اور جس پر ان کا اتفاق ہو کہ ہر دس دینار میں اتنے ہوں گے تو یہ معاملہ حرام ہے، اور حاوی میں ہے کہ محمد بن سلمہ سے سمسار (کمیشن ایجنٹ) کے اجرت کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کثرتِ تعامل کی وجہ سے، اگرچہ اصل کے اعتبار سے فاسد ہے، اور بہت سے ایسے معاملات جائز نہیں، تاہم لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے فقہاء کرام نے اسے جائز کہا جیسے کہ حمام میں داخل ہونا"۔

جس صورت میں چونکہ بیوپاری یا زمین دار اپنا مال خود بیچ رہے ہوتے ہیں، اور خریدار براہ راست ان سے خرید رہا ہوتا ہے تو "عقد بیع" کے تمام تر ذمہ داریوں انہی دونو ں کی ذات سے وابستہ ہوں گی، مثلا بیوپاری (بائع) ثمن کا مطالبہ خریدار سے ہی کرے گا، اس کا "آڑھتی" سے ثمن کا مطالبہ درست شرعا نہیں۔ اسی طرح اگر خریدار کو مال میں کچھ مسئلہ ہے، مثلا کوئی عیب نکل آیا، یا اسے پسند نہیں آیا تو وہ براہ راست اسی شخص (بیوپاری، زمین دار) سے مطالبہ کرے گا جس سے اس نے مال خریدا ہے۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آڑھتی نے اس معاملہ میں کمیشن لیا ہے تو اس معاملہ کی ذمہ داری بھی آڑھتی پر عائد ہو گی۔

منڈی میں آڑھتیوں کی عمومی صورت حال یہی ہے کہ وہ نہ صرف فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان سودا طے کرانے میں واسطہ بنتے ہیں بلکہ خریدار کی ثمن کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لیتے ہیں، جیسا کہ باب دوم کی فصل دوم میں آڑھت کے معاملات اور آڑھتی کی ذمہ داریوں میں تفصیل سے یہ بحث ہو چکی ہے کہ بیوپاری اور زمین دار کو خریدار سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، وہ مال بیچ کر پیسوں کا مطالبہ آڑھتی سے کرتے ہیں، اور آڑھتی اس کے مال کی رقم ادا کرتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں یہ "حوالہ" کا معاملہ ہے، اور اس میں حوالہ کے تمام قوانین لاگو ہوں گے۔ باب سوم کی فصل میں فقہی مصطلحات میں "حوالہ" کی تعریف بیان ہو چکی ہے۔

هي نقل الدّين من ذمّةٍ إلى ذمّةٍ ، وتصحّ في الدّين لا في العين ، برضا المحتال والمحال عليه [v]

"وہ دین کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنا ہے، حوالہ صرف دین میں محتال اور محال علیہ کی رضامندگی کے ساتھ درست ہے، عین میں نہیں حوالہ درست نہیں ہے۔"

اگر خریدار بیوپاری یا زمین دار سے ادھار مال اٹھائے تو اس صورت میں اصل مقروض خریدار ہے، اور خریدار آڑھتی کو اپنے دین کا حوالہ کرتا ہے، آڑھتی اس دین کے حوالہ کو قبول کرتا ہے، اور اس کی وجہ سے بیوپاری یا زمین دار کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ خریدار سے "ثمن" کا مطالبہ کریں۔ آڑھتی اور خریدار کے درمیان "حوالہ" کا معاملہ الفاظ میں بیان نہیں ہوتا، بلکہ آڑھتی کا خریدار کے لیے اپنے ہاں "کھاتا" کھولنا اس بات کی دلیل ہے کہ خریدار آڑھتی کے پاس جو بھی خریداری کرے گا اس کے رقم کی ذمہ داری آڑھتی کی ہو گی۔ اس کے بعد ادھار کی خریداری اور منشی کا خریدار کا نام اپنے پاس نوٹ کرنا، اس کو بل بنا کر دینا وغیرہ جیسے معاملات "حوالہ" کو مزید پختہ کرتے ہیں۔ آڑھتی اس حوالہ کی سہولت دینے پر خریدار سے کوئی اضافی چارجز وصول نہیں کرتا۔ خریدار کے ذمہ صرف اس کے مال کے پیسے (ثمن) اور کمیشن کی رقم ہی لازم ہوتی ہے۔

والعبرة في القعود لمعانيها لا لألفاظها. [vi]

"عقود میں اعتبار معانی کا ہوتا ہے، الفاظ کا نہیں ہوتا"۔

حوالہ کی وجہ سے بیوپاری یا زمین دار کا آڑھتی سے اپنی رقم کا مطالبہ کرنا درست ہے، البتہ یہ لوگ خریدار سے اپنے مال کی رقم صرف اسی صورت میں مانگ سکتے ہیں جب ان کے دین (ادھار) کا "تویٰ" ہو جائے۔

یعنی آڑھتی سے رقم وصول کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے، تب وہ اصل مدیون یعنی خریدار سے "ثمن" لے سکتے ہیں۔

دین کے تویٰ کی درج ذیل صورتیں فقہاء بیان کرتے ہیں:

- آڑھتی حوالہ کا انکار کر دے، اور بیوپاری کے پاس کوئی گواہ نہ ہو۔
- آڑھتی مفلس مر جائے، اور اس سے دین وصول ہونے کی کوئی صورت نہ رہے۔
- حضرات صاحبین کے نزدیک یہ تیسری صورت بھی "تویٰ" میں داخل ہے کہ حاکم "محتال علیہ" یعنی ذمہ داری اٹھانے والے پر افلاس کا حکم لگا دے۔

علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

"محتال محیل پر "توی" کے بغیر رجوع نہیں کر سکتا، توی مال کے ہلاک ہونے کو کہتے ہیں، کیونکہ محیل کی برات محتال کے حق کی سلامتی پر موقوف ہے، توی دو امروں میں ایک کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ایک یہ محال علیہ حوالہ کا انکار کر دے اور اس پر قسم بھی اٹھالے، جبکہ محتال کے پاس اس حوالہ پر کوئی گواہ نہ ہو۔دوسری صورت یہ ہے کہ محال علیہ مفلس فوت ہو جائے اور اس کا کوئی کفیل بھی نہ ہو، حضرات صاحبین کے نزدیک ان دونوں صورتوں کے علاوہ بھی ہے کہ حاکم نے اس پر افلاس کا حکم لگا یا ہو۔"[vii]

آڑھتی اور بیوپاری وزمین دار کی باہمی تعلق کی نوعیت اور اس کے ذیلی مسائل

منڈی میں آڑھتی اور زمین دار/بیوپاری کے درمیان مختلف نوعیت کے کا تعلق ہوتا ہے، کبھی تو آڑھتی ان کا مال بیچتا ہے،اور کبھی ان کے لیے خرید تا ہے،اور کبھی اپنا مال ان پر بیچتا ہے اور کبھی اپنے لیے ان سے خرید رہا ہوتا ہے۔ذیل میں ان کے باہمی نوعیت اور متعلق مسائل واحکامات کا تحقیقی جائزہ ہے۔

آڑھتی بحیثیت وکیل

آڑھتی کی اپنی ذاتی حیثیت اور ذمہ داری کا ذکر ہو چکا ہے، بسا اوقات آڑھتی وکیل کا کردار ادا کرتا ہے۔منڈی میں آڑھتی کے وکیل بننے کی درج ذیل صورتیں ہیں:

- فروخت کنندہ(بیوپاری/زمین دار)کا وکیل
- خریدار کا وکیل
- فروخت کنندہ اور خریدار دونوں کا وکیل

درج بالا صورتوں کی وضاحت یوں ہے:

آڑھتی بحیثیت وکیلِ فروخت کنندہ(بیوپاری/زمین دار)

جس صورت میں زمین دار اور بیوپاری کے پاس اپنا مال بیچنے کے لیے بیچیں اور آڑھتی بولی یا بغیر بولی کے اس مال کو اس طور پر بیچے کہ فروخت کے موقع پر موجود نہ ہو تو اسی صورت میں آڑھتی زمین دار اور بیوپاری کا "وکیل بالبیع "بن رہا ہوتا ہے۔چونکہ ایسی صورت میں آڑھتی "وکیل" کے ساتھ ساتھ خود" عاقد" بھی ہوتا ہے لہذا اس صورت میں "عقد بیع "اور عقد وکالت" کے تمام احکام لاگو ہوں گے،ان میں سے چند مرکزی احکام درج ذیل ہیں:

- "مبیع" کی حوالگی اور "ثمن" کی وصولی
- عیب کی صورت میں متعلقہ مسائل
- فروختگی کے ریٹ میں اختیار
- نقد وادھار کی فروخت کا اختیار
- موکل(زمین دار/بیوپاری) کے احکامات کی پابندی
- موکل کا مال خود نہ خریدنا اور نہ اپنوں کو بیچنا
- مفت مال کسی کو نہ دینا
- موکل کا کسی اور کو وکیل نہ بنانا
- وکالت کا خاتمہ
- آڑھتی کی اجرت

درج بالا امور کی وضاحت یوں ہے:

"مبیع" کی حوالگی اور "ثمن" کی وصولی

اس صورت میں چونکہ آڑھتی خود عاقد ہے تو "عقد بیع" کے حقوق اسی کی ذات کے متعلق ہوں، لہذا خریدار کو مال حوالے کرنا، اور اس سے مال کے پیسے (ثمن) وصول کرنا آڑھتی کی ہی ذمہ داری ہے۔

لأن الوكيل أصيل في الحقوق وقبض الثمن منها ، والوكيل في حق الحقوق كالعاقد لنفسه.[viii]

"کیونکہ وکیل حقوق میں اصیل ہوتا ہے، اور ثمن پر قبضہ کرنا حقوق میں سے ہے، حقوق کے معاملے میں وکیل ایسا ہے کہ گویا اس نے اپنے لیے خریداری کی ہو"۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"كالمشتري من الوكيل بالبيع له أن يمتنع عن دفع الثمن إلى الموكل لأن القبض من حقوق العقد، وحقوق العقد تعود إلى العاقد "[ix]

"وکیل بالبیع سے خریداری کرنے والا موکل کو ثمن دینے سے انکار کر سکتا ہے کیونکہ ثمن پر قبضہ کرنا عقد کے حقوق میں سے ہے، اور عقد کے حقوق عاقد کی طرف لوٹتے ہیں۔"

"مبیع" میں عیب اور اس کے متعلق احکام

اگر خریدار کو اس سودے میں کوئی مسئلہ ہو، یا مال میں کوئی خرابی وغیرہ ہے جس کی بنیاد پر وہ سودا ختم کرنا چاہتا ہے یا عیب دار مال واپس کرنا چاہتا ہے تو یہ تمام مسائل آڑھتی کے متعلق ہوں، وہی ان مسائل کو حل کرے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آڑھتی خریدار سے کہے کہ میں نے تو یہ چیز بولی میں بیچ دی تھی، اب اگر کسی کو واپس کرنا ہے تو زمین دار یا بیوپاری کے پاس جاؤ اور اسے واپس کرو۔ اگر وہ عیب بیوپاری یا زمین کی جانب سے پایا گیا تو آڑھتی ان کو ان مال واپس کر سکتا ہے۔

قال: "ومن أمر رجلا ببيع عبده فباعه وقبض الثمن أو لم يقبض فرده المشتري عليه بعيب لا يحدث مثله بقضاء القاضي ببينة أو بإباء يمين أو بإقرار فإنه يرده على الآمر".[x]

"صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی کو اپنے غلام کے فروخت کرنے کا حکم دیا اور اس نے غلام فروخت کر دیا پھر ثمن پر قبضہ ہوا ہو یا نہ ہوا کہ خریدار نے اس فروخت کنندہ کو وہ غلام عیب کی وجہ سے گواہوں کی بنیاد پر قاضی کے فیصلے یا قسم سے انکار یا اقرار کی بنیاد پر واپس کر دیا، اور عیب بھی ایسا کہ اس جیسا عیب خریدار کے پاس پیدا نہ ہو سکے، تو وہ فروخت کنندہ اپنے موکل کو واپس کرنے کا مجاز ہے۔

عیب کی بنیاد پر واپس کیا گیا مال آڑھتی دوبارہ فروخت کر سکتا ہے، اس میں اسے نئے سرے سے مالک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

ثمَّ الْوَكِيل بِالْبيعِ إِذا رد عَلَيْهِ الْمَبِيع بِالْعَيْبِ يملك أَن يَبِيعهُ مرّة أُخْرَى - [xi]

"پھر وکیل بالبیع جب اس پر عیب کی وجہ سے مبیع لوٹایا گیا وہ اس بات کا حق دار ہے کہ وہ اسے ایک بار پھر فروخت کرے"۔

فروختگی کے ریٹ میں اختیار

اگر بیوپاری اور زمین نے آڑھتی کو فروخت میں مکمل اختیار دیا ہو اور کسی ریٹ کا پابند نہ کیا ہو تو امام ابو حنیفہؒ آڑھتی کو "وکیل بالبیع" کی حیثیت سے مکمل اختیار حاصل ہو گا کہ وہ جس ریٹ پر چاہے مال فروخت کرے۔ البتہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک "وکیل بالبیع" کو یہ اختیار کلی حاصل نہیں کہ وہ جیسے بیچے، بلکہ وہ مارکیٹ ریٹ کا پابند ہے، جیسے عام مارکیٹ کا ریٹ چل رہا ہو تو اسی کے مطابق بیچے گا، اگر "غبن فاحش" کے ساتھ بیچے تو یہ بیع نافذ نہ ہو گی۔

قال: "والوكيل بالبيع يجوز بيعه بالقليل والكثير والعرض عند أبي حنيفة رحمه الله. وقالا: لا يجوز بيعه بنقصان لا يتغابن الناس فيه، ولا يجوز إلا بالدراهم والدنانير"؛[xii] لأن مطلق الأمر يتقيد بالمتعارف؛ - [xiii]

"صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ وکیل بالبیع کو اختیار حاصل ہے کہ وہ تھوڑے یا زیادہ یا کسی سامان کے بدلے فروخت کرے، صاحبین کہتے ہیں کہ وکیل کے غبن فاحش کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے، اور درہم و دینار کے علاوہ بھی کسی چیز کے بدلے میں فروخت جائز نہ ہو گی، کیونکہ مطلق امر متعارف سے کے ساتھ مقید ہو گی۔

اگر بیوپاری یا زمین دار نے آڑھتی سے کہا کہ میرا مال اتنے میں بیچنا، اگر آڑھتی اس سے زائد رقم پر فروخت کرتا ہے تو زائد رقم آڑھتی اپنے پاس نہیں رکھ سکتا، وہ رقم اسی مال کے مالک کے ہوں گے۔

(الْمَادَّةُ 578) لَوْ أَعْطَى أَحَدٌ مَالَهُ لِدَلَّالٍ , وَقَالَ بِعْهُ بِكَذَا دَرَاهِمَ فَإِنْ بَاعَهُ الدَّلَّالُ بِأَزْيَدَ مِنْ ذَلِكَ فَالْفَضْلُ أَيْضًا لِصَاحِبِ الْمَالِ , وَلَيْسَ لِلدَّلَّالِ سِوَى الْأُجْرَةِ.[xiv]

"قانون 578: اگر کسی نے اپنا مال دلال کو دیا، اور اسے کہا کہ اتنے کا فروخت کرنا، پھر اس دلال نے وہ مال اس سے زیادہ کا بیچا تو اضافہ مال کے مالک کا ہو گا، دلال کو سوائے اجرت کے اور کچھ نہ ملے گا۔

نقد و ادھار کی فروخت کا اختیار

آڑھتی کو اگر زمین دار یا بیوپاری نے مکمل اختیار دیا ہو تو وہ مال نقد اور ادھار دونوں طرح فروخت کر سکتا ہے، نیز جس صورت میں آڑھتی ادھار بیچے گا تو بیوپاری یا زمین دار تب ہی آڑھتی سے مال کے پیسے مانگ سکتے ہیں جب آڑھتی کو وصول ہوں۔ ادھار میں رقم کی وصولی کا وہ نیٹہ رکھے گا جو عموماً مارکیٹ میں رائج ہو۔

فالوكيل بالبيع المطلق يملك البيع بالأجل المعتاد بالاتفاق[xv]

وکیل بالبیع کو حق ہے کہ وہ عقد میں معروف اجل کے مطابق معاملہ کرے۔

آڑھتی کا زمین دار/ بیوپاری کے احکام کا پابند ہونا

اگر زمین دار یا بیوپاری نے آڑھتی کی اپنے مال کے بارے میں ریٹ کا پابند کیا مثلاً یہ کہا کہ پیاز کی بوری دس ہزار سے کم کی نہیں بیچنا، تو اس صورت میں آڑھتی کو وکیل بالبیع کی حیثیت سے اپنے موکل یعنی زمین دار اور بیوپاری کے بتائے گئے ریٹ کی پابندی ضروری ہے۔ البتہ اگر وہ اس سے زیادہ کی بیچے تو اسے یہ اختیار حال ہو گا، اور اوپر کے پیسے بھی موکل کے ہوں گے، آڑھتی اوپر کے پیسے اپنے نہیں رکھ سکتا۔

(وأما) : الوكيل بالبيع فالتوكيل بالبيع لا يخلو إما أن يكون مطلقا، وإما أن يكون مقيدا، فإن كان مقيدا يراعى فيه القيد بالإجماع، حتى إنه إذا خالف قيده لا ينفذ على الموكل ولكن يتوقف على إجازته إلا أن يكون خلافه إلى خير لما مر أن الوكيل يتصرف بولاية مستفادة من قبل الموكل، فيلي من التصرف قدر ما ولاه، وإن كان الخلاف إلى خير فإنما نفذ؛ لأنه إن كان خلافا صورة فهو وفاق معنى؛ لأنه آمر به دلالة فكان متصرفا بتولية الموكل، فنفذ[xvi]

آڑھتی کا مال خود نہ خریدنا اور نہ اپنوں کو بیچنا

جس مال کا آڑھتی کو بیچنے کا "وکیل" بنایا جائے تو اس مال کو آڑھتی اپنی ذات کے لیے نہیں خرید سکتا، اس معاملہ میں آڑھتیوں کی جانب سے کافی کوتاہی دیکھنے میں آئی ہیں۔ نیز امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آڑھتی اس مال کو ایسے قریبی رشتہ داروں پر بھی نہیں فروخت کر سکتا جن کے حق میں اس کی گواہی قبول نہ ہو جیسے باپ اور بھائی وغیرہ، [xvii] امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک آڑھتی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان افراد کو مال بیچے بشرطیکہ مارکیٹ ریٹ کے مطابق فروخت کرے۔[xviii]

مفت مال کسی کو نہ دینا

آڑھتی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو فری میں بیوپاری یا زمین دار کا مال دے، اگر وہ ایسے کرے گا تو اس کی قیمت اپنی جیب سے ادا کرنے کا پابند ہو گا۔ علامہ کاسانی بیان کرتے ہیں:

"لأن الوكيل بالبيع مطلقا لا يملك البيع بغير الأثمان [xix]

"کیونکہ وکیل بالبیع بغیر ثمن کے بیچنے کا حق نہیں ہے"

آڑھتی کا کسی اور کو مال بیچنا کا کہنا

زمین دار یا بیوپاری جس آڑھتی کے پاس مال لائیں اور اسے بیچنے کا کہیں تو وہ وہی آڑھتی اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنی آڑھت میں اسے بیچیں، آڑھتی وہ مال کسی اور کے پاس بیچنے کے لیے نہیں بھیج سکتا، البتہ اگر بیوپاری یا زمین دار نے ااسے یہ اختیار دیا ہو تو پھر وہ ایسا کر سکتا ہے۔

قال (وليس للوكيل أن يوكل فيما وكل به إلخ) وليس للوكيل أن يوكل فيما وكل به لأنه فوض إليه التصرف فيما وكل به والتوكيل ليس بتصرف فيه[xx]

آڑھتی کی اجرت

آڑھتی اپنی اجرت کمیشن کی صورت میں بیوپاری/زمین داراور خریدار سے وصول کرتا ہے۔آڑھتی اجرت کا مستحق تب ہو گا جب وہ مال بیچے،اگر زمین داریا بیوپاری کا مال اس کی آڑھت میں آیا مگر وہ اسے بیچ نہ سکا تو آڑھتی اس مال کی کمیشن نہیں لے سکتا۔

(الْمَادَّةُ 577) إنْ أُعْطِيَ دَلَّالٌ مَالًا , وَلَمْ يَبِعْهُ وَبَعْدَ ذَلِكَ بَاعَهُ صَاحِبُ الْمَالِ , فَلَيْسَ لِلدَّلَّالِ أَخْذُ الْأُجْرَةِ وَإِنْ بَاعَهُ دَلَّالٌ آخَرُ , فَلَيْسَ لِلْأَوَّلِ شَيْءٌ وَتَمَامُ الْأُجْرَةِ لِلثَّانِي. [xxi]

جس صورت میں آڑھتی زمین داراور بیوپاری کے مال بیچنے کا وکیل بن کر خود منڈی میں فروخت کر رہا ہو اس صورت میں آڑھتی اپنی اجرت صرف اسی زمین داراور بیوپاری سے لے گا جس کا مال یہ فروخت کر رہا ہو۔اس صورت میں آڑھتی کا خریدار سے اجرت لینا جائز نہیں۔

الدلال إذا باع العين بنفسه بإذن مالكه ليس له أخذ الدلالية من المشتري إذ هو العاقد حقيقة وتجب الدلالية على البائع إذ قبل بأمر البائع، ولو سعى الدلال بينهما فباع المالك بنفسه يعتبر العرف فتجب الدلالية على البائع أو على المشتري أو عليهما بحسب العرف[xxii].

سبزی وفروٹ منڈی میں اکثر آڑھتی اس بات کا خیال نہیں کرتے اور اس صورت میں بھی دونوں اطراف سے اجرت وصول کرتے ہیں،بلکہ "کچے سودے" میں آڑھتی زمین دار کا مال بیچتے ہیں اور زمین دار سے کوئی اجرت (کمیشن) نہیں لی جاتی،بلکہ خریدار سے لی جاتی ہے۔

آڑھتی کے فروخت کرنے اور اجرت وصول کرنے کے بعد اگر "مبیع" کسی عیب وغیرہ کی بنیاد پر واپس ہو جائے تو آڑھتی کی اجرت واپس نہ ہو گی۔[xxiii]

آڑھتی بحیثیت وکیل خریدار

جس صورت میں کوئی شخص آڑھتی کو یہ کہے کہ میرے لیے منڈی سے فلاں مال اتنی مقدار میں خرید لیں،تو ایسی صورت میں "وکیل بالشراء" یعنی خریداری کا وکیل بنتا ہے۔اور اس صورت میں "وکیل بالشراء" کے احکام لاگو ہوں گے۔جن میں سے چند اہم احکام درج ذیل ہیں:

- مال پر قبضہ اور "ثمن" کی ادائیگی
- آڑھتی کا مشتبہ امور سے بچنا
- آڑھتی کا موکل کے حکم کا پابند ہونا
- آڑھتی (وکیل بالشراء) کی اجرت
- خریداری کے بعد مال کی حیثیت

درج بالا امور کی وضاحت یہ ہے:

مال پر قبضہ اور "ثمن" کی ادائیگی

آڑھتی خریدار کے وکیل کی حیثیت سے مال اپنے قبضے میں لے گا،اور "ثمن" کی ادائیگی اسی کے ذمہ ہے۔[xxiv]

آڑھتی کا مشتبہ امور سے بچنا

آڑھتی بحیثیت "وکیل بالشراء" خریداری میں ایسے امور سے قطعا احتراز کرے گا جس میں اس کے ذات کی نسبت معاملہ میں کسی قسم کا اشتباہ پیدا ہو،اسی کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آڑھتی "وکیل بالشراء" کی حیثیت سے ایسے افراد سے خریداری نہیں کر سکتا جن کے حق میں اس کی گواہی قبول نہ ہو جیسے والد اور بیٹا وغیرہ،کیونکہ اس میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ ان افراد سے کو فائدہ پہنچانے کی خاطر ان سے خریداری کر رہا ہے جس سے اس کے موکل کو نقصان ریٹ وغیرہ میں نقصان ہو سکتا ہے۔البتہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر آڑھتی وکیل بالشراء کی حیثیت سے منڈی ریٹ کے مطابق ان افراد سے خریداری کرے تو نافذ ہو گی۔[xxv]

ایسے ہی فقہانے یہ لکھاہے کہ آڑھتی اپناذاتی مال "وکیل بالشراء" کی حیثیت سے نہیں خرید سکتا۔یعنی کسی نے آڑھتی کو یہ آڈر دیا کہ میرے لیے آلو کی دس بوریاں خرید لیں،اور آڑھتی کے پاس آلو کی بوریاں آڑھت میں موجود ہیں،تو اس صورت میں آڑھتی اپنامال نہیں خرید سکتا۔

ایک تواس وجہ سے کہ اس میں آڑھتی "متہم" ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے فائدے کے پیش نظر اپنامال خود خرید رہاہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں آڑھتی "بائع" بھی ہے، اور "وکیل بالشراء" کی حیثیت سے خود "مشتری بھی ہے، گویاعقد بیع کے دونوں طرف (بائع اور مشتری) کے احکام ایک ہی شخص کی طرف لوٹ رہے ہیں، جو کہ "عقد بیع" میں جائز نہیں۔

البتہ اس اگر کوئی ایسی صورت پیش آرہی ہے کہ آڑھتی اپناہی مال اپنے موکل کو دیناچاہتاہے تو اس کا حل یہ ہے کہ آڑھتی اپنے موکل کے ساتھ کیے گئے "عقد وکالت" کو ختم کرے،اور "موکل" سے کہہ دے کہ میرے پاس بھی آپ کا مطلوبہ مال پڑاہے، اگر آپ نے لیناہے تو اس ریٹ پر آپ کو ملتا سکتا ہے، اگر اسے قبول ہو تو یہ معاملہ درست ہو جائے گا۔[xxvi]

آڑھتی کے خریداری کے معاملات منڈی میں رائج عمومی ریٹ کے تابع ہوں گے، لہذا آڑھتی اگر مال مارکیٹ ریٹ سے بہت زائد قیمت دے خریدتاہے تو یہ خریداری "موکل پر نافذ نہ ہو گی، کیونکہ اس میں یہ شبہ پیداہوتاہے کہ آڑھتی دانستہ کسی اور کو فائدہ پہنچارہاہے اور اپنے موکل کو نقصان دے رہاہے۔[xxvii]

آڑھتی کا موکل کے احکامات کا پابند ہونا

آڑھتی "وکیل بالشراء" کی حیثیت سے خریداری کے تمام معاملات میں اپنے موکل کے دیئے گئے آڈر کا پابند ہو گا، لہذا اگر موکل کی جانب یہ اسے ہی خریداری کے لیے کہا گیا ہو تو آڑھتی کسی دوسرے پر خریداری کی ذمہ داری نہیں ڈال سکتا۔[xxviii]

اسی طرح اگر موکل نے اسے کسی ریٹ کا پابند کیا کہ فلاں ریٹ تک وہ مال خرید لے،اب آڑھتی اس زیادہ پر نہیں خرید سکتا، اگر آڑھتی نے موکل کی جانب سے بتائے گئے ریٹ سے زیادہ پر خریداری کی تو یہ خریداری موکل پر نافذ نہ ہو گی۔[xxix] اسی طرح اگر موکل نے آڑھتی کو پابند کیا کہ منڈی میں فلاں شخص سے اس کا مال خرید لو، تو آڑھتی کسی اور سے مال خرید کر موکل کو نہیں سکتا۔[xxx]

آڑھتی (وکیل بالشراء) کی اجرت

"وکیل بالشراء" کی حیثیت سے جب آڑھتی خریداری کرے گا تو اس صورت میں اس کی اجرت اسی شخص کے ذمہ لازم ہو گی جس کے لیے یہ خریداری کر رہاہے، آڑھتی اپنی اجرت بیچنے والے سے نہیں لے سکتا، جبکہ منڈی میں اکثر معاملات میں آڑھتی دونوں سے کمیشن کی صورت میں اپنی اجرت لیتاہے۔

خریدے ہوئے مال کی حیثیت

آڑھتی جب اپنے موکل کے لیے خریداری کرلے تو خریداہوامال واپس نہیں کر سکتا، نیز یہ مال اس کے پاس بطور امانت کے ہے[xxxi]، اگر آڑھتی کی حفاظت کے باوجود مال کو کسی قسم کا نقصان پہنچے یا خراب ہو جائے یا گم ہو جائے تو اس کی ذمہ داری آڑھتی پر عائد نہیں ہو گی۔ نقصان اسی شخص کا ہو گا جس کے لیے آڑھتی نے یہ مال خریدا تھا۔[xxxii]

الْوَكِيلَ بِالشِّرَاءِ لَا يَمْلِكُ الْإِقَالَةَ اتِّفَاقًا [xxxiii]

وکیل بالشراءاقالہ کرنے کا حق نہیں رکھتا"

مال خریدنے کے بعد آڑھتی اپنے موکل سے مال کے پیسے لینے کا حق دار ہے، اگرچہ ابھی تک آڑھتی نے خود آگے پیسے نہ دیئے ہوں۔اور اپنی اس رقم کے عوض اس سے مال روک بھی سکتاہے۔[xxxiv]

آڑھتی بحیثیت وکیل فروخت کنندہ و خریدار

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیوپاری یا زمین دار آڑھتی کے پاس اپنا مال بیچنے کے لیے لاتا ہے، اور آڑھتی کو بیچنے کا "وکیل" بناتا ہے۔ دوسری طرف آڑھتی کے پاس کسی نے آڑھتی کو وہی مال خریدنے کا وکیل بنایا ہوتا ہے۔ اب ایسی صورت میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ آڑھتی بولی کرتے ہوئے وہ مال اپنے موکل کے نام کر دیتا ہے، جبکہ وہ موقع پر موجود نہیں ہوتا۔

ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ ایک ہی شخص "عقد بیع" کی دونوں جانبوں کا وکیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس عقد کے حقوق اسی کی طرف لوٹتے ہیں، آڑھتی مال کو بیچنے والا ہے اور وہی خریدار ہے۔

أن الواحد يتولى طرفي العقد في العتق كالنكاح ولا يتولى طرفي العقد في البيع[xxxv]

عقد وکالت کا خاتمہ

آڑھتی اور بیوپاری یا زمین دار کے درمیان ہونے والا "عقد وکالت" درج ذیل صورتوں میں ختم ہو جائے گا:

- جب آڑھتی مطلوبہ مال خرید یا بیچ لے تو عقد وکالت ختم ہو جاتا ہے
- جب آڑھتی کے پاس مال لانے والا بیوپاری یا زمین دار (موکل) فوت ہو جائے
- جب آڑھتی (وکیل) فوت ہو جائے
- جب آڑھتی کے پاس مال لانے والا بیوپاری یا زمین دار پاگل ہو جائے
- جب آڑھتی پاگل ہو جائے
- جب وہ زمین دار یا بیوپاری اپنا وہی مال خود بیچ دے۔[xxxvi]

آڑھتی بحیثیت فروخت کنندہ

بعض اوقات آڑھتی خود کسی بیوپاری یا زمین دار وغیرہ سے مال خرید لیتا ہے، اور اپنا خریدا ہوا مال اپنی آڑھت میں فروخت کرتا ہے۔ آڑھتی کا آڑھت میں اپنا مال بیچنا جائز ہے، لیکن منڈی کے بعض آڑھتیوں کے معاملات کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے مال کو فروخت کر کے خریدار سے "ثمن" کے علاوہ کمیشن بھی لیتے ہیں۔ مثلاً پانچ ہزار کا آلو بیچا اور خریدار سے اس پر ساڑھے سات فی صد کمیشن بھی وصول کر لی۔ آڑھتی کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں، لہذا جب آڑھتی اپنا مال بیچ رہا ہو تو بطور خاص اس امر کا خیال رکھا جائے کہ آڑھتی اپنی ذاتی مال کی فروخت پر کمیشن نہ لے۔

اس کا حل یہ ہے کہ آڑھتی نے جتنا کمیشن لینا ہے اس کو مال کی قیمت میں شامل کر لے، جیسے آڑھتی پیاز کی بوری بیس ہزار کی بیچ رہا ہے، اور اس پر ہزار روپے کمیشن بھی وصول کر رہا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ بوری کا ریٹ اکیس ہزار رکھے اور کمیشن نہ لے، یوں اس کا مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور معاملہ شرعا بھی جائز ہو جائے گا۔

آڑھتی بحیثیت خریدار

منڈی کے بعض معاملات میں کبھی آڑھتی خود اپنے لیے "مال" خریدتا ہے، اگر وہ کسی اور کی آڑھت سے خریدے تو اس کے احکام عام خریدار کے ہوں گے، لیکن اگر بیوپاری یا زمین دار اسی کی آڑھت پے مال لے آیا اور آڑھتی اپنے خرید نا چاہتا ہے تو براہ راست زمین اور بیوپاری سے اس کے مال کا سودا کرے، اور اس سودے میں یہ خیال رکھے کہ بیوپاری یا زمیندار سے کمیشن نہیں لے سکتا۔ جبکہ منڈی میں بعض آڑھتیوں کے معاملات میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ مال خود خرید لیتے ہیں اور بیوپاری اور زمین دار سے بل میں کمیشن کی رقم کاٹ لی جاتی ہے، مثلاً آڑھتی نے بیوپاری سے ایک لاکھ روپے کا مال خریدا، تو آڑھتی اس ایک لاکھ کی رقم سے اپنی کمیشن ساڑھے سات ہزار روپے کاٹ لیتا ہے۔ آڑھتی کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

اگر آڑھتی نے کمیشن کی رقم وصول ہی کرنی ہے تو اس کا ایک طریقہ یہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ سودے میں مال کا ریٹ کمیشن کے حساب کے برابر کم کر دیا جائے، مثلاً ایک لاکھ روپے کا مال ساڑھے بانوے ہزار کا خرید لیا جائے، اور کمیشن کی رقم بیوپاری سے نہ کاٹی جائے۔

دوسری صورت "حط الثمن" کی ہے کہ ایک لاکھ پر سودا ہونے کے بعد بیوپاری اپنی جانب کمیشن کے برابر رقم "ثمن" سے کم کردے، اور بقایا رقم وصول کرلے۔ان دونوں صورتوں میں آڑھتی کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور اس معاملہ میں کسی ناجائز امر کا ارتکاب بھی نہیں کرنا پڑے گا۔

خلاصہ:

اسلامی معیشت کے اصولوں کی رو سے کمیشن (آڑھت کی اجرت) کو مستقل تجارتی حیثیت حاصل نہیں ہے، لیکن لوگوں کی ضرورت اور کثرتِ تعامل کی بنا پر کمیشن کے معاملہ کی محدود اجازت دی گئی ہے، لہذا آڑھت کا کاروبار جائز ہے۔تاہم آڑھتی کو اس کاروبار اپنی اجرت کے جواز کے لیے شریعت کے احکام پر عمل کرنا لازمی ہوگا۔آڑھتی کا بنیادی کاروبار "بروکری" کا ہے، یعنی فروخت کنندہ (بیوپاری، زمین دار) اور خریدار کو ایسا پلیٹ فارم مہیا کرنا جہاں پر وہ مال کو بیچ اور خرید سکیں۔آڑھتی فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان کے واسطہ بنتا ہے اور دونوں کے درمیان سودا طے کرانے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے، اور اس کے بدلے دونوں سے کمیشن کی صورت میں اپنی اجرت وصول کرتا ہے۔زیر نظر آرٹیکل سے معلوم ہوا کہ آڑھتی کا کاروبار جائز ہے، اور اس کی اجرت بھی جائز ہے، نیز آڑھتی منڈی میں دیگر خدمات اور سرگرمیاں بھی سرانجام دیتا ہے، جس کے اس کو شرعی احکام کی روشنی اور قواعد وضوابط کے مطابق کام کرنا ہوگا۔

مصادر و مراجع:

---

[i] فیروزالدین، فیروزاللغات، فیروز سنز پرائیویٹ لمٹیڈ لاہور:17

[ii] ایضا

[iii] الكاساني ، أبو بكر بن مسعود ، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ، دار الكتب العلمية ، 115/15

[iv] ابن عابدين، محمد أمين بن عمر ، رد المحتار على الدر المختار ، دار الفكر-بيروت ، 63/6

[v] أبو البركات عبد الله بن أحمد النسفي ، كنز الدقائق ، دار البشائر الإسلامية، دار السراج ، 458

[vi] أبو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد ، المحيط البرهاني في الفقه النعماني فقه الإمام أبي حنيفة ، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان ، 92/4

[vii] علاء الدين الحصكفي ، محمد بن علي ، الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار ، دار الكتب العلمية ص461

[viii] ، المحيط البرهاني ، 608/6

[ix] الكاساني ، ، بدائع الصنائع :70/6

[x] المرغيناني ، علي بن أبي بكر ، الهداية في شرح بداية المبتدي ، دار احياء التراث العربي - بيروت – لبنان ، 146/3

[xi] السمرقندي ،محمد بن أحمد ، تحفة الفقهاء ، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان ، 235/3

[xii] الهداية في شرح بداية المبتدي، 145/3

[xiii] ايضا ، 145/3

[xiv] لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية ، مجلة الأحكام العدلية، نور محمد، كارخانه تجارتِ كتب، آرام باغ، كراتشي ،107

[xv] المحيط البرهاني : 615/7

[xvi] الكاساني ، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع 27/6

[xvii] العينى ، أبو محمد محمود بن أحمد ، البناية شرح الهداية ، دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان ، 266/9

[xviii] المحيط البرهاني،، 387/6

[xix] الكاساني ، بدائع الصنائع ، 82/6

[xx] البابرتي ، محمد بن محمد ، 99/8

[xxi] مجلة الأحكام العدلية، 107

[xxii] درر الحكام شرح مجلة الأحكام ، 231/1

xxiii ، مجلة الأحكام العدلية، 107

xxiv الكاساني ،بدائع الصنائع ، 33/6

xxv **ايضا : 31/6**

xxvi ايضا 31/6

xxvii **ايضا : 175/25**

xxviii ايضا ، 69/6

xxix **ايضا : 29/6**

xxx ابن نجيم المصري زين الدين بن إبراهيم بن محمد، البحر الرائق شرح كنز الدقائق ، دار الكتاب الإسلامي ، 162/8

xxxi أبو محمد غانم بن محمد البغدادي الحنفي ، مجمع الضمانات ، دار الكتاب الإسلامي ، 251

xxxii الكاساني ، علاء الدين أبو بكر بن مسعود بن أحمد الحنفي ، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ، 175/7

xxxiii داماد أفندي ، عبد الرحمن بن محمد ، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر ، دار إحياء التراث العربي ، 237/2

xxxiv علي بن أبي بكر ، الهداية في شرح بداية المبتدي : 140/3

xxxv الزيلعي ، عثمان بن علي ، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ ، المطبعة الكبرى الأميرية - بولاق، القاهرة ، 269/4

xxxvi الكاساني ،بدائع الصنائع : 37/6